۵

انسانی زندگی کا مقصدِ اعظم

(فرمودہ ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء)

تشہد تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:

انسان کو اللہ تعالیٰ نے بہت بڑا مقصد اور اتنا بڑا مقصد کہ جس کا سمجھنا انسانی عقل کیلئے بہت دشوار ہے دے کر دنیا میں بھیجا ہے تاریخ میں ایک واقعہ لکھا ہے جب حضرت ابو بکرؓ مسند خلافت پر بیٹھے تو اس وقت ان کے والد مدینہ سے باہر تھے۔ کسی نے ان کو اطلاع دی کہ ابو بکر خلیفہ ہو گئے ہیں۔ یہ بات ان کیلئے ایسی عجیب تھی کہ جسے وہ سمجھ نہیں سکتے تھے۔ یہ خبر کہ ان کے خاندان کے ایک فرد کو تمام عرب نے اپنا حاکم تسلیم کر لیا ہے اتنی عجیب خبر تھی کہ اس کا ان کی سمجھ میں آنا بہت مشکل تھا۔ ان کا ذہن اس طرف جا ہی نہیں سکتا تھا۔ کہ بنو ہاشم اور دوسرے عرب کے زبردست قبائل نے ان کے بیٹے ابو بکرؓ کی خلافت کو تسلیم کر لیا۔ اور اس کی ماتحتی کا جوا اپنی گردنوں پر رکھ لیا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ انہوں نے سمجھا کہ شائد کوئی اور ابو بکر ہو گا۔ اور دریافت کیا کونسا ابو بکرؓ؟ یہ سوال ہی بتاتا ہے کہ ان کو اس خبر کے سننے سے کس قدر تعجب ہوا ہو گا۔ وہ یہ ماننے کیلئے تیار نہیں تھے کہ ان کا بیٹا ابو بکرؓ اس مقام پر پہنچ سکتا ہے کہ اس کے آگے زبردست قبائل عرب اور معزز خاندان اپنی گردنیں جھکا دیں۔ ان کے سوال پر خبر دینے والے نے جواب دیا کہ وہی ابو بکر جو ابو قحافہ کا بیٹا ہے اور کونسا ابو بکر۔ لیکن ان کے نزدیک یہ بات اس قدر عجیب تھی کہ پھر بھی ان کو یقین نہ آیا کہ ان کا بیٹا خلیفہ ہو گیا ہے انہوں نے خیال کیا کوئی اور ابو قحافہ ہو گا۔ اس لئے پھر پوچھا کون ابو قحافہ؟ خبر بتانے والے نے کہا تم ہی ابو قحافہ ہو اور کون۔ اس وقت بے اختیار ان کے منہ سے نکلا۔ اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ۔ کہ میں شہادت دیتا ہوں واقعہ میں محمدؐ اللہ کا رسول ہے۔ یہ اسی کی اطاعت اور قوت قدسی کا نتیجہ ہے کہ اس نے ابو بکرؓ کو اتنے بڑے مقام پر پہنچا

دیا کہ تمام عرب کی گردنیں اس کے سامنے جھک گئیں۔یہ محمد ﷺ ہی کا عظیم الشان معجزہ ہے کہ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ واقعی وہ خدا کا رسول ہے یہ رسول کا ہی کام ہے کہ ایک معمولی انسان کو اپنی قوت قدسی سے اس درجہ پر پہنچادے کہ عرب جیسے ملک کے معزز قبائل اس کے سامنے اپنی گردنیں جھکادیں اور اس کی حکومت کو تسلیم کرلیں[1] اس واقعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ایسی باتیں ہوتی ہیں جن کا سمجھ میں آنا بہت مشکل ہوتا ہے۔انسانی عقل بعض باتوں کو اس قدر عجیب سمجھتی ہے کہ انہیں جھٹ پٹ باور کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتی۔ان ہی باتوں میں سے ایک یہ ہے کہ انسان کے دنیا میں آنے کی غرض کیا ہے۔انسانی زندگی کا بھی اتنا بڑا مقصد ہے جسے انسان بہت عجیب خیال کرتا ہے۔اور اس کی عقل اس کو مشکل سے ہی سمجھتی ہے۔

انسان کے دنیا میں آنے کا مقصد قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ صرف یہی بیان فرماتا ہے۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذاریات:۵۷)۔کہ میں نے انسان کو اپنی عبادت کے لئے چنا اور اپنی عبادت اور غلامی کے لئے اسے پیدا کیا ہے اس کی پیدائش کا سوائے اس کے اور کوئی مقصد نہیں کہ وہ میری عبادت اور میری غلامی بجالاتے ہوئے اس مقام پر پہنچ جائے کہ میرے بندوں اور میرے عباد میں شامل ہو جائے۔یہاں تک کہ میں اسے کہہ دوں فَادْخُلِیْ فِیْ عِبَادِیْ وَادْخُلِیْ جَنَّتِیْ (الفجر:۳۱) کہ میرے بندوں میں داخل ہو جا اور میری جنت میں داخل ہو جا۔اب یہ مقصد اتنا عظیم الشان مقصد ہے کہ لاکھوں کروڑوں سال انسان پر گزر چکے ہیں۔مگر پھر بھی کثیر حصہ انسانوں کا اس بات کو تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں کہ وہ خدا کے بندوں اور غلاموں میں شامل ہو سکتا ہے۔وہ خیال کرتا ہے کہ کہاں وہ اس مقام پر پہنچ سکتا ہے۔باوجود بتانے کے وہ یہ باور ہی نہیں کرتا کہ وہ اتنے بڑے مقام کو بھی حاصل کر سکتا ہے کہ وہ خدا تعالیٰ جیسی ہستی کے غلاموں اور خدام میں داخل ہو جائے۔حقیقت یہ ہے کہ اگر عام خیالات کا جائزہ لیا جائے تو میری کثیر حصہ سے مراد اکثر وہ لوگ ہیں جو اس مقصد کے بتانے پر تعجب کریں گے کہ کیا ہم اتنے بڑے درجہ پر بھی پہنچ سکتے ہیں۔حضرت نبی کریم ﷺ کے ماننے میں یہی بہت بڑی روک ہے لوگوں کا یہی خیال تھا کہ بھلا کوئی بندہ بھی اتنا بڑا ہو سکتا ہے کہ خدا کا رسول ہو جائے۔اور خدا اس سے کلام کرنے لگے۔ان کے نزدیک یہ درجہ اس قدر تعجب انگیز تھا کہ وہ یہ تسلیم ہی کرنے کے لئے تیار نہیں تھے کہ کوئی انسان اتنا بڑا بھی ہو سکتا ہے۔کہ خدا کا اتنا مقرب ہو جائے کہ خدا اسے رسالت کے لئے منتخب کرلے۔

غرض انسان کی پیدائش کا یہی مقصد ہے۔ہاں اس عظیم الشان مقصد کے حصول کے لئے جو ذمہ

داریاں عائد ہوتی اور جو بوجھ اس پر لادے جاتے ہیں۔ وہ بھی معمولی ذمہ داریاں اور معمولی بوجھ نہیں۔ اگر حضرت ابوبکرؓ اپنی خلافت کے زمانہ میں اپنے بوجھوں اور ذمہ داریوں کو دیکھتے ہوئے پرندے کی حالت کو دیکھ کر رشک کرتے ہیں کہ کاش وہ پرندہ ہوتے تا ان پر یہ ذمہ داریاں نہ ہوتیں۔ اور اگر حضرت عمرؓ خلافت کے زمانہ میں یہاں تک کہتے ہیں کہ میں اگر صرف اللہ تعالیٰ کی گرفت کے نیچے نہ آؤں تو یہی بڑی بات ہے۔ میں اپنی ذمہ داریوں کو دیکھ کر صرف اتنی ہی خواہش رکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کے نیچے نہ آؤں۔ کوئی اجر نہیں چاہتا۔ تو معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ بوجھ کتنا بڑا ہے جو خدا تعالیٰ کی خلافت اور نیابت کا بوجھ ہے۔

لیکن کیا یہ عجیب بات نہیں کہ حکومتوں میں ملازمتوں کے حصول کے لئے کتنی بڑی کوششیں کی جاتی ہیں۔ کتنے باپ ہیں جو بیٹے کی پیدائش کے ساتھ ہی اس کی زندگی کا یہ مقصد ٹھہرا لیتے ہیں کہ اس کو ڈپٹی بنانا ہے اور پیدائش کے دن سے ہی بڑا ہونے تک اس کی اس رنگ میں تربیت کی جاتی ہے کہ وہ اس مقام تک پہنچے۔ اس کی نشوونما اور پرورش کرتے وقت یہ ایک ہی خیال رکھا جاتا ہے کہ کل کو یہ سرکار کا غلام ہو۔ اس کی تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک ہی خیال اور مقصد چلا جاتا ہے کہ یہ جوان ہو کر گورنمنٹ کا خادم ہو۔ کسی اعلیٰ خدمت پر متعین ہو۔ اس کے والدین کے تمام اموال اور تمام افکار اس ایک ہی مقصد کیلئے خرچ ہوتے ہیں کہ کل کو ان کا بیٹا گورنمنٹ کا اعلیٰ درجہ کا خادم ہو۔ اس مقصد کے لئے عجیب عجیب باتیں ان سے سرزد ہوتی ہیں۔ ہماری جماعت کے ایک ہوشیار اور لائق دوست ہیں۔ وہ جب تعلیم سے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنی سعادت مندی کے باعث اپنی والدہ سے جا کر پوچھا کہ آپ بتائیں میں اب کیا کام کروں۔ جس کام میں آپ کی خوشی ہو۔ وہی میں کرنا چاہتا ہوں۔ اس نے کہا بیٹا اگر مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو میری خوشی اسی میں ہے کہ تم تھانیدار ہو جاؤ۔ انہوں نے والدہ سے بتیرا کہا کہ مجھے اس سے بڑا عہدہ مل سکتا ہے۔ یہ عہدہ ادنیٰ ہے۔ لیکن وہ یہی کہیں کہ اگر مجھے خوش کرنا ہے۔ تو تھانیدار بنو۔ ان کے نزدیک یہی عہدہ سب سے بڑا تھا۔ اور انہوں نے شروع دن سے اپنے بیٹے کے لئے یہی بڑا مقصد ٹھہرایا ہوا تھا کہ میرا بیٹا تھانیدار ہو گا۔ وہ دوست چونکہ سعادت مند تھے انہوں نے اپنی والدہ کی خوشی کے لئے تھانیداری کا عہدہ ہی لے لیا۔ اور جلدی ہی اس سعادت مندی کے باعث وہ تھانیداری سے ترقی کر گئے۔ اور تھوڑے ہی زمانہ بعد انسپکٹر ہو گئے۔

غرض لوگ معمولی معمولی باتوں کے لئے کتنی کوششیں کرتے ہیں۔ کیا کچھ صرف کرتے ہیں کہ

کسی طرح ان کو گورنمنٹ کی غلامی حاصل ہو جائے۔ اور گورنمنٹ ان سے کوئی خدمت لے۔ لیکن کس قدر عجیب بات ہے کہ اس خدمت اور عزت کے لئے کوشش نہیں کی جاتی جو انسان کی زندگی کا حقیقی اور واحد مقصد ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے تمہیں پیدا ہی اس لئے کیا ہے کہ تم ہمارے مقرب بندے ہو جاؤ۔ اور پورے غلام بن جاؤ۔ کتنا بڑا اور کتنا اعلیٰ مقصد ہے۔ مگر باوجود اس کے اکثر حصہ دنیا کا اس طرف توجہ نہیں کرتا۔ انسانی گورنمنٹ کی خدمت کے لئے کیا کچھ کیا جاتا ہے۔ اور اس کی غلامی حاصل کرنے کیلئے کتنی کوشش کی جاتی ہے۔ حالانکہ اس گورنمنٹ کی غلامی کیا اور عزت کیا ہے۔ یہ گورنمنٹ تو خود اپنی عزت کے لئے دوسروں کی محتاج ہے۔ اپنے قیام کے لئے دوسروں کی محتاج ہے۔ اگر اس گورنمنٹ کی غلامی کے لئے اور اس کی خدمت کے لئے انسان اپنی ساری قوتوں کو بھی خرچ کر دیتا ہے تو بھی کیا حاصل کر سکتا ہے اور اس کا خدا تعالیٰ کی غلامی سے کیا مقابلہ ہے۔ مگر اس غلامی کے حصول کے لئے کوشش بھی زیادہ کرنی پڑتی ہے۔ پھر انسانی گورنمنٹ کی خدمت اور غلامی حاصل کرنے کیلئے تو سفارشوں کی ضرورت ہے۔ طرح طرح کے فریب کئے جاتے ہیں۔ لیکن یہ غلامی تو اس ہستی کے لئے ہے جس کے لئے کسی سفارش اور کسی دغا و فریب کی ضرورت نہیں۔ کسی سے ملنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ بندہ براہ راست اس کے حضور جا سکتا ہے۔

وہاں تو درخواستیں دینی پڑتی اور سفارشیں کرانی پڑتی ہیں۔ لیکن یہاں اللہ تعالیٰ خود غلاموں کو بلاتا ہے۔ کہ آؤ میرے بندو ہم تمہیں نوکری دیتے ہیں۔ ہم تمہیں غلامی کا درجہ دیتے ہیں۔ تم ہمارے دروازے کو کھٹکھٹاؤ۔ تمہارے لئے کھولا جائے گا۔ تم پکارو تمہیں جواب دیا جائے گا۔ ہاں شرط یہ ہے کہ جس طریق سے بلانا چاہئے۔ اس طریق سے بلاؤ اور وہ طریق یہی ہے کہ تم اللہ تعالیٰ کے سامنے صرف یہ اقرار کر لو کہ تم اس کے لئے موت قبول کرنے پر تیار ہو۔ جب تم یہ اقرار کرو گے تو یہ نہیں ہوگا کہ تم پر موت وارد ہوگی۔ بلکہ جس دن سے تم یہ اقرار کرو گے اسی دن سے تم کو نئی زندگی دی جائے گی۔ دنیوی گورنمنٹ کی خدمت کے لئے تو لوگ اس کے دروازہ پر جاتے ہیں۔ اور منتیں و خوشامدیں کرتے ہیں لیکن یہاں اس کے بالکل الٹ معاملہ ہے۔ یہاں تو اللہ تعالیٰ اپنے نبیوں کو بھیجتا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو میری طرف بلاؤ۔ جس طرح جنگ کے زمانہ میں گورنمنٹ کی طرف سے حکام دیہات میں جا جا کر لوگوں کو خدمات کے لئے بلاتے تھے۔ اسی طرح خدا تعالیٰ انبیاء کو بندوں کی طرف بھیجتا ہے کہ آؤ ہماری فوج میں داخل ہو جاؤ۔ گورنمنٹ تو خطرہ کے وقت حکام کے ذریعہ لوگوں کو بلاتی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاء بھیجتا ہے۔ پھر گورنمنٹ تو ادنیٰ آدمی

بھیجتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا ہے۔ جو سب سے زیادہ معزز ہوتے ہیں۔ ان انبیاء کے ذریعہ اپنے بندوں کو اپنی طرف بلاتا ہے۔ خود ان کے لئے دروازے کھولتا ہے۔ نبیوں کو بھیجتا ہے کہ جاؤ میرے بندوں کو میری فوج میں بھرتی کرو۔ اس خدمت اور اس بھرتی کے لئے جس شخص کو اللہ تعالیٰ بھیجتا ہے۔ اسے پورا پورا اعزاز بخشتا ہے۔ معمولی انسان کو نہیں بھیجتا۔

اس زمانہ میں بھی خدا تعالیٰ کی منشا اور مرضی کے مطابق اس کے ایک نبی نے ایک جماعت قائم کی۔ خدا کے بندوں کو اس کی طرف بلایا اور جمع کیا تا وہ اللہ تعالیٰ کے خدمت گزار بندے بن جائیں۔ ہم لوگ بھی اس کی جماعت میں اسی لئے داخل ہوئے ہیں کہ ہم خدا کے خدمت گزار بندوں میں شامل ہوں لیکن اس خدمت گزاری کے لئے کچھ شرائط ہیں۔ اگر وہ شرائط پوری نہ کی جائیں اور ان پر نہ چلا جائے تو پھر صرف خدمت گزار کہلانے سے تو کچھ فائدہ نہیں حاصل ہو گا۔ جب تک ان شرائط کو پورا نہ کیا جائے۔ تب تک ہمیں کوئی فائدہ نہیں پہنچ سکتا دیکھو سکول میں داخل ہونے سے ایک شخص طالب علم تو کہلا سکے گا۔ لیکن اگر وہ داخل ہونے کی غرض کو مد نظر نہ رکھے گا اور علم کے حصول کے لئے کوشش نہ کرے گا تو اسے صرف طالب علم کہلانے سے اور سکول میں داخل ہو جانے سے علم نہیں حاصل ہو جائے گا اور نہ وہ عالم کہلائے گا۔ بہت سے لڑکے ہوتے ہیں جو کہلاتے تو طالب علم ہیں لیکن سارا وقت بجائے علم کے حصول کے جہالت کے حصول میں خرچ کر دیتے ہیں۔ کیا وہ صرف طالب علم کہلانے یا سکول میں داخل ہونے سے عالم کہلانے کے امیدوار ہو سکتے ہیں۔ اسی طرح ہم بھی ایک مدرسہ میں داخل ہوئے ہیں۔ جس میں داخل ہونے کی غرض محض یہی ہے کہ ہم اللہ تعالیٰ کے خدمت گزار غلام بن جائیں اور اس کا قرب حاصل ہو۔ مگر صرف اس مدرسہ میں ہمارا داخل ہونا ہمیں کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک ہماری کوششیں اس غرض کے حصول کے لئے انتہائی نقطہ پر نہ پہنچ جائیں۔ اور جب تک ہم پورے طور پر جدوجہد نہ کریں تب تک ہم سچے طور پر خدا کے غلام کہلانے کے مستحق نہیں ہو سکتے۔

پس ضروری ہے کہ اس شرط کو قبول کریں اور پورے طور پر بجا لائیں۔ وہ ایک ہی شرط ہے۔ کہ موت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جائیں۔ یعنی ہمارا کوئی کام خدا تعالیٰ کی منشا کے خلاف نہ ہو۔ لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم ایک دن میں ہی تمام بدیوں سے پاک ہو جائیں۔ بہت لوگ ہیں جو یہ سمجھتے ہیں کہ بس پہلے دن ہی انسان تمام بدیوں سے پاک ہو جائے۔ یک لخت اس کے اندر پوری تبدیلی پیدا ہو جائے۔ اگر یہ شرط ہوتی تو سوائے اللہ تعالیٰ کے ان بندوں کے جو ازلی طور پر پاک

ہوتے ہیں- باقی کوئی بھی اس کا بندہ نہ بنتا- مگر یہ تو اللہ تعالیٰ کے رحم کے خلاف ہے- اللہ تعالیٰ رحم کرنے والی ہستی ہے وہ منبع فیوض ہے- یہ ممکن نہیں کہ ایک طرف وہ رحمت کا دروازہ کھول دے اور دوسری طرف وہ دروازہ بند کر دے- وہ جب آواز دیتا ہے کہ آؤ میرے بندو میری طرف سے تمہارے لئے دستر خوان بچھا ہے- تو واقعی دستر خوان بچھا ہوتا ہے-

پس خدا تعالیٰ ہم سے یہ چاہتا ہے کہ ہم اس کے حضور یہ اقرار کریں کہ وہ باتیں جن کا کرنا ہمارے لئے ضروری ہے اور وہ ہمارے اختیار میں ہیں ان کو عمل میں لائیں گے- اور جن باتوں سے بچنا ضروری ہے ان سے بچیں گے- اختیار کے معنے یہ ہیں کہ ان باتوں سے جن سے موجودہ صورت میں ہم بچ سکتے ہیں بچیں اور جو کام کر سکتے ہوں وہ کریں-

پس خدا تعالیٰ کا عبد بننے کے لئے یہ ضروری ہے کہ انسان اپنے نفس کو مار دے- اس کے دل سے اللہ تعالیٰ کے خلاف کوئی آواز نہ اٹھے- وہ اپنے نفس کو درمیان سے اڑا دے تب اس کی کمزوریوں اور مجبوریوں کو خدا بھی کمزوری اور مجبوری قرار دے گا-

کوئی مُردہ چیز اپنے آپ کو خود زندہ نہیں کر سکتی- جب خدا تعالیٰ ہم سے موت چاہتا ہے اور ہم اپنے اوپر موت وارد کر لیتے ہیں- تو پھر ہم مُردہ ہو کر خود کیسے زندہ ہو سکتے ہیں مگر اللہ تعالیٰ ہمارے موت قبول کر لینے کے بعد ہمیں دوبارہ ایک نئی زندگی عطا کرتا ہے- ہم خود تمام عیبوں سے یک لخت پاک نہیں ہو سکتے- بلکہ ہمارے اپنے آپ کو اس کے سامنے مُردہ کی طرح ڈال دینے کے بعد وہ آپ ہمیں پاک کرتا ہے یہی ایک نکتہ ہے جو تصوف کی جان اور روحانیت کا مرکز ہے- پس تم یہ مت خیال کرو کہ ہم میں کمزوریاں ہیں- پھر ہم کیسے پاک ہو سکتے ہیں اور کس طرح خدا کے بندے بن سکتے ہیں- تم باوجود کمزوریوں اور عیبوں کے حقیقی معنوں میں اپنی طرف سے موت قبول کرنے کے لئے تیار ہو جاؤ- اللہ تعالیٰ کا یہ منشاء نہیں کہ تم پہلے پاک ہو جاؤ- اور پھر ہماری طرف آؤ- بلکہ وہ یہ چاہتا ہے کہ تم اس کے سامنے اپنے آپ کو گرا دو- اس کے خلاف تمہاری زبان بولنے سے بند ہو جائے- تمہارے ہاتھ اس کے منشاء کے خلاف کام کرنے سے ہٹ جائیں- تمہارے پاؤں اس کے خلاف چلنے سے رک جائیں- غرض تمہاری تمام حسیں مر جائیں- اور خدا تعالیٰ کی آواز کے خلاف کوئی آواز تمہاری طرف سے نہ اٹھے اور بالکل خدا کے سامنے اپنے آپ کو ڈال دو- تب اللہ تعالیٰ تمہارے اندر نئی طاقتیں پیدا کرے گا- اور تم مُردہ ہونے کے بعد ایک نئی زندگی پاؤ گے- وہ بندہ جو خدا تعالیٰ کے لئے اپنے آپ کو مار دیتا ہے- خدا اسے آپ زندہ کرتا اور اسے خود زینت دیتا اور

سنوارتا ہے۔ یہ چیز ہے جس کے لئے ہمیں کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ ورنہ صرف اپنے آپ کو شاگرد کہنا کچھ فائدہ نہیں دے سکتا۔ جب تک ہم اپنے اندر تبدیلی نہ پیدا کریں۔ اور ایسی تبدیلی نہ کریں کہ گویا ہم پر موت وارد ہو جائے مگر بہت ہیں جو اپنی آواز کو خدا تعالیٰ کی منشاء کے خلاف بلند کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کی جناب میں صرف وہی لوگ قبول کئے جائیں گے۔ جن کے نفس مرجاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ انہیں کی آواز کو بلند کرتا ہے۔ جو اس کے لئے اپنے آپ کو مار دیتے ہیں۔ پس اس شخص کی آواز بلند ہو گی۔ جو اپنی آواز کو خدا کی آواز میں ملا دے گا۔ اور وہ ہمیشہ کے لئے مضبوط چٹان پر قائم کیا جائے گا۔ اور خدا ایسی روشنائی کے ساتھ اس کا نام لکھے گا کہ اس کے بعد قیامت تک اس کے نام کو کوئی نہیں مٹا سکے گا۔

میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی راہ میں موت قبول کرنے اور اس کی حقیقت سمجھنے کی توفیق دے۔ ہم ایسی موت کے لئے تیار ہو جائیں۔ جس کے بعد ابدی حیات ہمیں ملے اور ہمارے اندر ایسی تبدیلی پیدا ہو جس کے بعد ہم پر کوئی تباہی نہ آئے۔ خدا تعالیٰ وہ قرب عطاء کرے جس کے بعد ہم اس سے کبھی دور نہ ہوں اور وہ وصال عطا کرے جس کے بعد ہمارے اور اس کے درمیان کبھی جدائی نہ پڑے۔ آمین

(الفضل ۲۲/ فروری ۱۹۲۷ء)

[1] البدایۃ والنہایۃ جلد ۷ صفحہ ۰۱ مطبوعہ بیروت